قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اختلافات بائیبل

(سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۱۱ جلد ۱۱)

(۱۷) سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں اس لئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لیگی اور تمہیں دکھاوے گی۔

(یوحنا - باب ۱۶ - ورس ۱۵)

کہ اُس (یسوع) نے خدا کی صورت میں ہوکے خدا کے برابر ہونا غنیمت نہ جانا۔

(فلپیون - باب ۲ - ورس ۶)

(۱۷) مگر اُس دن اور اُس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے۔

(مرقس باب ۱۳ - ورس ۳۲)

تم سُن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تم پاس پھر آتا ہوں اگر تم مجھے پیار کرتے تو تم میرے اس کہنے سے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ (یوحنا ۱۴: ۲۸)

نوٹ - اگر باپ کی سب چیزیں بیٹے کو حاصل تھیں تو باپ کا علم اُس گھڑی کی بابت بیٹے کو کیوں حاصل نہ تھا؟ پھر ایک طرف لکھا ہے کہ یسوع مسیح خدا کے برابر تھا دوسری جگہ لکھا ہے کہ نہیں باپ یسوع مسیح سے بڑا تھا۔

(۲۷) یسوع نے انہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہوئے جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تم بھی بارہ تختوں پہ بیٹھو گے اور

(۲۷) یسوع نے اُنہیں جواب دیا کیا میں نے تم بارھوں کو نہیں چُنا اور ایک تم میں سے شیطان ہے (یوحنا باب ۶ - ورس ۷۰)

ابن آدم تو جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے

اسرائیل کے بارہ گروہوں کی عدالت کروگے

(متی باب ۱۹- ورس ۲۸)

نوٹ - کیا یہوداہ اسکریوطی بھی تخت پر بیٹھے گا اور وہ شخص بھی جسکو مسیح نے شیطان کے لفظ سے مخاطب کیا؟

(۷ ۲۳) پس کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرلیگا آج کا دکھ آج ہی کے لیئے بس ہے۔ (متی باب ۶- ورس ۳۴)

جاتا ہے لیکن افسوس اس شخص پر جس کے وسیلے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے اس آدمی کے لیئے بہتر تھا کہ وہ پیدا نہ ہوتا (یہ یہوداہ اسکریوطی کی بابت فرمایا)

(مرقس باب ۱۴- ورس ۲۱)

(۷ ۳) اگر کوئی اپنوں کی اور خاصکر اپنے ہی گھر کی خبرگیری نہ کرے تو ایمان سے منکر اور بے ایمان سے بدتر ہے (۱۔ تمطاؤس- باب ۵- ورس ۸)

نوٹ - کیا دنیا میں کوئی مسیحی یا کوئی مشنری اس تعلیم پر عمل کرتا ہے اگر پادری صاحبان اپنے مشنوں کے لیئے چندہ فراہم کرنے میں ہی اس تعلیم پر چلیں تو انکے سارے مشنوں کا آج ہی خاتمہ ہو جاوے پادری صاحبان کے لیئے بہت موزون ہوگا اگر وہ مسیح کا یہ قول اپنی مسیحی گورنمنٹوں کو سنائیں اور انکو تعلیم دیں کہ تم دور اندیشی کو مد نظر کر جو بڑے بڑے بحری بیڑے اور مستقبل کی خیالی ضرورتوں کے لیئے جو طرح طرح کے سامان مہیا کرتے ہوان سب کو چھوڑ دو کیونکہ یہ طریق مسیح کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ غرض یسوع کا یہ قول ایسا لغو ہے کہ کوئی عقلمند اس پر عمل کرنے کے لیئے تیار نہیں۔ یسوع سے تو پولوس ہی اچھا رہا جس نے یہ تعلیم دی کہ جو شخص ہر طرح کے سامان مناسب وقت پر اپنے گھر والوں کے لیئے تیار نہیں کرتا وہ بے ایمان سے بھی بدتر ہے۔ اگر کسان مسیح کی تعلیم پر عمل کریں تو جب انکے گھر میں ایک دن کا کھانا موجود ہو تو وہ ہرگز ہل چلانے اور کھیتی کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں کیونکہ کسان یہ محنت اس لیئے نہیں اٹھاتا کہ آج اسکے گھر میں اناج نہیں بلکہ اس کو یہ فکر ہوتا ہے کہ اگر آج اپنے کل کے لیئے کوئی سامان نہ کیا تو موجودہ اناج کے ختم ہو جانے پر میرے بچے بھوکے مرجائینگے۔ اگر دنیا مسیح کی اس تعلیم پر آج عمل کرنا شروع کردے تو ایک دن میں ہی سارا انتظام درہم برہم ہو جاوے اور دنیا پر ہلاکت اور مصیبت نازل ہو جاوے۔ اگر یہ بہت ہی بابرکت قاعدہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ نہ پادری صاحبان خود اسپر عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس پر کاربند ہونیکی

ترغیب دیتے ہیں۔ دنیا میں کوئی قوم اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتی اور نہ عمل کر سکتی ہے۔ ہاں اگر کوئی قوم یسوع کی اس تعلیم پر عمل کرتی ہوئی نظر آتی ہے تو وہ بھیک مانگنے والوں کی قوم ہے مگر نہایت ہی عجیب بات یہ ہے کہ ایک ہی قوم دنیا میں مسیح کی تعلیم پر عمل کرتی ہے اور وہی قوم مسیحی ملکوں میں ایک مجرم قوم قرار دیجاتی ہے کیونکہ مسیحی ممالک میں گداگری ایک جرم ہے اور گداگر جیلخانہ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اگر ہم یسوع کی تعلیم پر عمل کریں تو عقبیٰ کا بھی کوئی فکر نہ کریں۔ پادری صاحبان آجکل عمدہ عمدہ کوٹھیوں اور باغوں میں رہتے ہیں اگر یسوع کے سچے پیرو ہیں تو انکو چاہیئے کہ وہ آخرت کا کوئی فکر نہ کریں۔ آج وہ مزے کر رہے ہیں۔ کل کی فکر کرنا اُن کے مذہب میں منع ہے اس لیئے اُن کو چاہیئے کہ خوب گلچھرّے اڑائیں اور موت کو کبھی یاد نہ کریں۔ اور غالباً وہ کہیں گے کہ ہمارا پہلے سے اسی پر عمل ہے۔ یسوع کی تعلیم کے مقابل میں قرآن شریف کی پاک اور سلامتی کی تعلیم کو دیکھو۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ سورہ حشر رکوع ۳ یعنی ہر متنفس کو یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اُس نے کل کے لیئے کیا تیاری کی۔ پس خدائے تعالیٰ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک امر میں انسان کو کل کیلیئے آج ہی تیار رہنا چاہیئے اور کل کے آرام کے واسطے پہلے سے فکر کرنا چاہیئے یہی وہ اصل ہے جسپر چلکر ہم دینی و دنیوی آرام حاصل کر سکتے ہیں اور اسی پر ہر ایک عقلمند انسان عمل کرے گا اور عملی طور پر داناؤں نے قرآنی تعلیم کو اختیار کیا ہے اور یسوع کی تعلیم کو خود یسوعی صاحبان عملی طور پر رد کر رہے ہیں۔ اگر دنیا یسوع کی تعلیم کو اختیار کرے تو اُس کا آج ہی بیڑا غرق ہو جاوے ؛

(۴۷) یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں ایک نقطہ یا ایک

(۴۷) سو اے میرے بھائیو تم بھی مسیح کے بدن کے سبب شریعت کی نسبت مر گئے ہو کہ تم دوسرے کے ہو جاؤ جو مردوں میں سے اُٹھایا گیا تا کہ ہم خدا و ند خدا کے لیئے پھل لاویں۔ (رومیون باب ۷ درس ۴)

شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا جبتک سب کچھ پورا نہ ہو پس جو کوئی اِن حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویساہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا پر جو کہ عمل کرے اور سکھاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔

(متی باب ۵ - ورس ۱۷ تا ۱۹)

(۷۵) یسوع نے جواب دیا اور انہیں کہا اگرچہ میں اپنی بابت گواہی دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور میں کہاں کو جاتا ہوں پر تم نہیں جانتے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں تم جسم کے مطابق حکم کرتے ہو میں کسی پر حکم نہیں کرتا اور اگر میں حکم کروں تو میرا حکم حق ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں پر میں اور باپ جس نے مجھے بھیجا تمہاری شریعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی سچ ہے ایک تو میں ہوں جو اپنی بابت گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا ہے میرے لئے گواہی دیتا ہے۔

(یوحنا باب ۸ - ورس ۱۴ تا ۱۸)

چنانچہ اپنا جسم دے کے دشمنی کو یعنی شریعت کے حکموں اور رسموں کو کھو دیا تاکہ وہ صلح کروا کے دو سے آپ میں ایک نیا انسان بناوے۔

(افیسون باب ۲ - ورس ۱۵)

سب (پیغمبر) جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹمار ہیں پر بھیڑوں نے انکی نہ سنی

(یوحنا باب ۱۰ - ورس ۸)

(۷۵) اگر میں اپنے پر گواہی دوں تو میری گواہی حق نہیں

(یوحنا باب ۵ - ورس ۳۱)

نوٹ - ایک طرف مسیح کہتا ہے کہ میری گواہی اپنی نسبت سچ ہے بلکہ وہ دو گواہوں کے برابر ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں بلکہ باپ بھی میرے ساتھ ہے۔ دوسری طرف کہتا ہے کہ میری گواہی حق نہیں - عجیب اختلاف ہے۔

دوسرا ہے جو مجھ پر گواہی دیتا ہے اور
مَیں جانتا ہوں کہ وہ گواہی جو مجھ پر دیتا ہے
حق ہے تم نے یوحنا کے پاس پیام بھیجا
اور اُس نے حق پر گواہی دی لیکن
مَیں انسان کی گواہی نہیں چاہتا پر مَیں
یہ باتیں کہتا ہوں تاکہ تم نجات پاؤ
(یوحنا باب ۵ - ورس ۳۲ تا ۳۴)

(۶۷) اُس نے انہیں کہا کیا تم نے
کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے جب وہ
اور اسکے ساتھی محتاج اور بھوکے تھے
کیا کیا وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتر کے
وقت میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی
روٹیاں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا
کسی کو روا نہ تھا کھائیں اور اپنے
ساتھیوں کو بھی دیں
(مرقس باب ۲ - ورس ۲۵ - ۲۶)

نوٹ - مرقس کہتا ہے کہ داؤد نے سردار
کاہن ابیاتر کے وقت میں نذر کی روٹیاں
کھائی تھیں اور اُسوقت اسکے ساتھ بہت
سے ساتھی بھی تھے اور اُن ساتھیوں نے
بھی روٹیاں کھائیں اور ا-سموئیل میں لکھا
ہے کہ ایسا نہیں بلکہ ابیاتر کے باپ کے زمانہ میں
ایسا ہوا اور اُسوقت داؤد تنہا تھا:

اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم
شروع سے میرے ساتھ ہو
(یوحنا باب ۱۵ - ورس ۲۷)

(۶۷) اور داؤد نوب میں اخیملک کاہن
کے پاس آیا اور اخیملک داؤد کے
آنے سے ڈرا اور اُس سے کہا تو کیوں
تنہا ہے اور تیرے ساتھ کوئی مرد نہیں سو
کاہن نے مقدس روٹی اُسکو دی کہ وہاں
نذر کی روٹی کے سوا جو خداوند کے آگے
سے اُٹھائی گئی تھی تاکہ اسکے عوض اُس
دن میں جب وہ اُٹھائی جائے گرم روٹی
رکھی جاوے اور روٹی نہ تھی
(ا-سموئیل باب ۲۱ - ورس ۱ - ۶)

اخیطوب کے بیٹے اخیملک کے بیٹوں
میں سے ایک شخص جس کا نام ابیاتر
تھا بچ نکلا اور داؤد کی طرف بھاگ
گیا -
(ا-سموئیل باب ۲۲ - ورس ۲۰)

(۷۷) اور مَیں اُنہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وے کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا

(یوحنا باب ۱۰- ورس ۲۸)

(۷۷) روح صاف فرماتی ہے کہ آخری زمانے میں کتنے لوگ گمراہ کرنیوالی روحوں اور دیووں کی تعلیموں سے جا لپٹکے ایمان سے برگشتہ ہونگے۔

(۱- تمطاؤس باب ۴- ورس ۱)

نوٹ- معلوم ہُوا کہ آخری زمانہ میں مسیح کی بھیڑیں اُس کے ہاتھ سے چھین لیجائیں گی۔

(۷۸) یسوع نے اُسے کہا راہ اور حق اور زندگی میں ہوں کوئی بغیر میرے وسیلے باپ کے پاس آ نہیں سکتا ہے

(یوحنا باب ۱۴- ورس ۶)

اور کسی دوسرے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پاسکیں

(اعمال باب ۴- ورس ۱۲)

(۷۸) بلکہ ہر قوم میں جو اُس سے ڈرتا اور راستبازی کرتا اُسکو پسند آتا ہے۔

(اعمال باب ۱۰- ورس ۳۵)

(۷۹) مانگو کہ تمھیں دیا جائیگا- ڈھونڈھو کہ تم پاؤ گے کھٹکھٹاؤ تو تمھارے واسطے کھولا جائیگا- کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا اور جو کوئی ڈھونڈھتا ہے سو پاتا ہے اور جو کوئی کھٹکھٹاتا اُسکے واسطے کھولا جائیگا

(متی باب ۷- ورس ۷-۸)

(۷۹) جان سے کوشش کرو کہ تم تنگ دروازہ سے داخل ہو کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے چاہیں گے کہ اُس سے داخل ہوں پر نہ سکیں گے۔

(لوقا باب ۱۳- ورس ۲۴)

(۸۰) پھر وے یریحو میں آئے اور جب وہ اور اُسکے شاگرد اور ایک بڑی بھیڑ یریحو سے نکلتی تھی طمئی کا بیٹا برطمئی جو اندھا تھا راہ

(۸۰) جب وے اریحا سے روانہ ہونے لگے بڑی بھیڑ اُسکے پیچھے ہولی اور دیکھو دو اندھے جو راہ کے کنارے بیٹھے تھے جب سنا کہ یسوع

کے کنارے بیٹھا ہُوا بھیک مانگتا تھا اور یہ سنکر کہ وہ یسوع ناصری ہے چلّانے اور کہنے لگا اے داؤد کے بیٹے یسوع مجھ پر رحم کر

(مرقس باب ۱۰ - ورس ۴۶ - ۴۷)

چلا جاتا ہے پکارنے لگے کہ اے خداوند ابن داؤد ہم پر رحم کر۔

(متی باب ۲۰ - ورس ۲۹ - ۳۰)

نوٹ - مسیحی صاحبان بتلائیں ایک تھا یا دو تھے؟

(۸۱) سو اس سبب سے کہ نبی تھا اور جانتا تھا کہ خدا نے اُس سے قسم کھائی ہے کہ میں تیری نسل سے مسیح کو جسم کے رو سے ظاہر کرونگا کہ تیرے تخت پر بیٹھے

(اعمال باب ۲ - ورس ۳۰)

(۸۱) اب یسوع مسیح کی پیدائیش یوں ہوئی کہ جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو انکے اکٹھے آنیسے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی

(متی باب اول - ورس ۱۸)

نوٹ - پس معلوم ہُوا کہ جسم کے رو سے مسیح داؤد کی نسل سے نہ تھا۔

(۸۲) اور وے دریا کے پار گدر ینیوں کے ملک میں پہنچے اور جیوں وہ کشتی سے اُترا وونہیں ایک آدمی جسمیں ایک ناپاک روح تھی قبروں سے نکلتے ہوئے اُسے ملا یسوع نے فی الفور انہیں اجازت دی اور وے ناپاک روحیں نکل کے سؤروں میں بیٹھ گئیں اور وہ غول کڑاڑے پر سے دریا میں کودا اور وے قریب دو ہزار کے تھے جو دریا میں ڈوب کے مرگئے

(مرقس باب ۵ - ورس ۱ - ۲ - اور ۱۳)

(۸۲) جب اُس پار گرگسینوں کے ملک میں پہنچا دو شخص جن پر دیو چڑھے تھے قبروں سے نکل کر اُسے ملے وے ایسے تند تھے کہ کوئی اُس راستے سے چل نہ سکتا تھا سو دیووں نے اسکی منت کرکے کہا اگر تو ہم کو نکالتا ہے تو ہمیں اُن سؤروں کے غول میں جانے دے تب اُس نے انہیں کہا جاؤ اور وے نکل کے اُن سؤروں کے غول میں گئے اور دیکھو سؤروں کا سارا غول کڑاڑے پر سے دریا میں کودا اور پانی میں ڈوب گیا

(متی باب ۸ - ورس ۲۸ - اور ۳۱ - ۳۲)

نوٹ - متی سچا ہے یا مرقس؟ مرقس کہتا ہے ایک آدمی تھا - متی کہتا ہے کہ نہیں دو آدمی تھے پھر مرقس کہتا ہے کہ اُس شخص میں ایک ناپاک روح تھی - متی کہتا ہے یہ غلط ہے - بلکہ بہت سی روحیں تھیں - پھر مرقس بھی آگے چلکر قبول کر لیتا ہے کہ ہاں بہت سی روحیں تھیں؟ پھر ملک کے نام میں بھی . .

(۸۳) اور تم ماں باپ اور بھائیوں اور رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی گرفتار کیئے جاؤ گے بلکہ وے تم میں سے بعضوں کو قتل کرینگے

(لوقا باب ۲۱ - ورس ۱۶)

(۸۳) اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے کینہ رکھیں گے لیکن تمھارے سر کا ایک بال بھی گرایا نہ جائیگا

(لوقا باب ۲۱ - ورس ۱۷ - ۱۸)

(۸۴) پھر اُس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کے اُنہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ درد کو دُور کریں

بیماروں کو چنگا کرو کوڑھیوں کو پاک صاف کرو مُردوں کو جلاؤ دیووں کو نکالو تم نے مفت پایا مفت دیو۔

(متی باب ۱۰ - ورس اول - اور ۸)

(۸۴) تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اُس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اُسی گھڑی چنگا ہوگیا تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے

(متی باب ۱۷ - ورس ۱۸ - ۱۹)

(۸۵) میں اُنپر عاشق ہوں جو مجھ پر عاشق ہیں اور وے جو مجھ کو سویرے ڈھونڈتے ہیں مجھکو پاوینگے۔

(امثال باب ۸ - ورس ۱۷)

کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا اور جو کوئی ڈھونڈھتا سو پاتا ہے اور جو کوئی کھٹکھٹاتا اسکے واسطے کھولا جائیگا

(متی باب ۷ - ورس ۸)

(۸۵) تب وے مجھ کو پکاریں گے پر میں جواب نہ دونگا وے سویرے مجھ کو ڈھونڈیں گے پر مجھے نہ پاوینگے

(امثال باب اول ورس ۲۸)

(باقی آئندہ)

مسیحیت اور غلامی

(ترجمہ مضمون خالد شیلڈریک افندی۔ آنریری سیکرٹری اسلامک سوسائٹی لنڈن)

مَیں نے جاہل اور جوشیلے مسیحیوں کے مُنہ سے سنا ہے کہ اسلام غلامی کا حامی اور ذمہ دار ہے۔ ایک غیر متعصب انسان پر تو یہ بات آسانی سے منکشف ہو جاتی ہے۔ کہ اصل واقعات کی پڑتال کرتے وقت شاید ان لوگوں نے انوکھے ذرائع سے کام لیا ہے۔ مَیں چونکہ ایک انگریز مسلمان ہوں۔ مجھے اس مسئلہ پر ہمیشہ اچھے سمجھدار لیکن مایوسانہ طور پر گم گشتہ لوگوں سے بہت کچھ سننا پڑتا ہے۔ نہایت کوشش سے مجھے ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ کہ مَیں اب امیدوار دوزخ ہوں۔ اسلام جیسے پاک دین کو۔ جو کہ مَیں نے بعد غور و فکر قبول کیا ہے۔ اختیار کرنیکی پاداش میں خدائے عزّ وجل مجھے سخت سے سخت سزا دیگا۔ کیونکہ مَیں نے یسوع مسیح کے خون والی نجات سے انحراف وانکار کیا۔ میرے لیئے اُنکی یہ جانفشانیاں عجب پُر لطف ہیں۔ یہ لوگ فہیم و زکی بھی ہیں۔ گہرا شوق بھی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی آزادی اسلامی وسیع الخیالی اور اسلامی علوّ کے منوّر آفتاب کی روشنی سے مستفیض نہیں ہوتے اور عیسائیت کے تنگ و تاریک راستہ میں مارے مارے پھرنے پر قانع ہیں۔ مذہب کے پاس نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور یہ اُنکی کشادہ دلی کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔ کہ روئے زمین کی باقی تمام مخلوق کو جو اُنکی خاص الخاص از خود تراشیدہ مسیحیت سے مُنہ پھیرتے ہیں۔ اُنکو جہنّم میں جھونکتے ہیں ؛

اسجگہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات یا آپکے پاکیزہ نمونہ کو شرح وبسط سے درج کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ نہ ہی یہاں گنجایش ہے۔ کہ مَیں وہ تمام کے تمام لاجواب ثبوت ہدیہ ناظرین کرسکوں۔ جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ غلاموںکی آزادی اور مالکوں کا ان سے اعلیٰ برتاؤ اسلام اور آنحضرت صلعم کے وجود باجود کی برکت سے ہے نہ بائیبل یا مسیحیت سے۔ مَیں آنحضرتؐ کے کلمات طیبات میں سے صرف ایک ہی حدیث درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ وہو ہٰذا۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ متفق علیہ۔ یعنی غلام تمہارے بھائی ہیں جنکو خدائے تعالیٰ نے تمہارے نیچے رکھدیا ہے پس اگر خدائے تعالیٰ تم میں سے کسی کے نیچے اُس کے بھائی کو رکھدے تو وہ شخص اُسکو ایسا ہی کھانا کھلائے جیسا وہ خود کھاتا ہے اور ایسے ہی کپڑے پہنائے جیسے وہ خود پہنتا ہے اور ایسا کام اُسکو کرنے کے لیئے نہ دے جو اسکی طاقت سے بالاتر ہو اور اگر کوئی ایسا کام اُسکو دے تو چاہیئے کہ خود اُس کام میں اُس کی مدد کرے ؎

بہت سے مورخ اس بات کو ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسلام غلامی کا نہیں بلکہ غلاموں کی آزادی کا مؤید ہے۔ کہ مسلمانوں نے غلاموں سے ہمیشہ وہی سلوک جائز رکھا۔ جو وہ اپنے جسم و جان سے کرتے ہیں۔ لہٰذا میں اس وقت مسیحیت اور غلامی پر مختصر بحث کروں گا۔ اولاً مسیحیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ یسوع مسیح غلامی کی مخالفت میں وعظ کرتے رہے لیکن مجھے اس سے انکار ہے۔ اور میں ہر ایک مسیحی اور پادری کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ کہیں سے بھی وہ اس بارہ میں یسوع مسیح کا ایک لفظ ہی نکالکر دکھائیں۔ چونکہ بعض مسیحیوں کا خیال ہے۔ کہ عہد عتیق عہد جدید سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اس لیئے میں عہد جدید میں ہی محدود رہکر ثابت کرونگا۔ کہ یسوع مسیح نے خود اور اُن کے جانشینوں نے غلامی کے جواز اور انکی سزا کے بارہ میں احکام نافذ کیئے۔ چند ایک عبارات درج ذیل ہیں:۔ ”وہ نوکر جس نے اپنے خاوند کی مرضی جانی پر اپنے تئیں تیار نہ رکھا اور اُس کی مرضی کے موافق نہ کیا بہت مار کھائیگا“ (لوقا ۱۲-۴۷) ”اے نوکرو تم اُن کے جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار ہو جیسے مسیح کے“ (افسیوں ۶-۵) ”اے چاکرو کمال ادب سے اپنے خاوندوں کے تابع رہو۔ نہ صرف نیکوں اور حلیموں ہی کے بلکہ کج مزاجوں کے بھی“ (۱-پطرس ۲:۱۸) ”جتنے چاکر جوئے کے نیچے ہیں اپنے خاوندوں کو کمال عزت کے لائق جانیں“ (۱-تمطاؤس ۶:۱) یہی حوالے کافی ہیں۔ یقیناً مسیحی اسجگہ بول اُٹھیں گے

کہ یہاں نوکر اور چاکر کا لفظ ہے غلام کا لفظ نہیں۔ اس لیئے ان عبارتوں سے غلامی کا جواز نہیں پایا جاتا۔ یہ بات درست ہے۔ ان عبارتوں میں لفظ غلام کا نہیں بلکہ نوکر اور چاکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر مسیحی صاحبان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ کتابیں تراجم ہیں اور ان کا دعوٰی اصلی زبان میں ہونے کا نہیں ہے اسلیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اصل کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اصل زبان میں جو لفظ ہے اُس کے کیا معنے ہیں۔ سو مسیحی صاحبان یہ سُنکر بہت گھبرائیں گے کہ تمام لغت والوں نے Schleusner سے لیکر سکاٹ اور لڈل تک سب نے اصل یونانی لفظ کے معنے Slave یعنی غلام کے کیئے ہیں۔ اس لیئے ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مندرجہ بالا عبارتوں میں لفظ servus کے معنے غلام ہی ہیں ہمارے اس معنی پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرسکتا؛

اب ہم انگلستان کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ غلامی کا یہاں کیا حال رہا۔ یہ امر بہت ہی واضح ہے۔ کہ باوجودیکہ غلامی اس خطہ زمین پر موجود تھی۔ اور باوجودیکہ کلیسیا خود سب سے بڑھکر غلام رکھتی تھی۔ غلاموں کی آزادی کے بارہ میں اُس وقت تک کوئی کوشش نہیں کیگئی جبتک کہ یوُرپ میں سپین کے مسلمانوں کے ذریعہ اسلامی تہذیب داخل نہیں ہوئی۔ بلکہ آرکبشپ آف یارک یعنی یارک کے بڑے بشپ نے غلاموں کے آزاد کرنے سے منع کردیا۔ اور ایسی آزادی کو " زہد و تقوٰی سے گرا ہُوا " تعبیر کیا۔ غلاموں کی تجارت کے لیئے پہلی انگریزی مہم ۱۵۶۲ء میں جاہن ہاکنس کے ماتحت روانہ ہوئی اور یاد رکھو کہ یہ واقعہ پراٹسٹنٹ مذہب کے جاری ہونے کے بعد ہُوا۔ اور اس مہم کو تیار کرنیوالے بھی پراٹسٹنٹ لوگ تھے۔ اور طُرفہ یہ ہے (مسلمان اسے ضرور مذہبی نقطہ خیال سے بہت گرا ہُوا سمجھیں گے۔ اگرچہ مسیحی اس میں کچھ بُرائی نہیں سمجھتے) کہ ان تین جہازوں کا نام جیزس یعنی یسوع جاہن بپٹسٹ یعنی یوحنا بپتسما دینے والا اور سلیمان تھا۔ اور ۱۸۳۶ء میں غلاموں کے بھرے ہوئے ایک جہاز نے جس کا تذکرہ رائل کمشن نے بھی کیا اور اُس کی اس میں عزت افزائی سمجھی گئی۔ سات سو غلام مقام پونٹا نگرا پر اُتارے۔ اس جہاز کا نام یہوواہ تھا جو بائیبل میں

خدائے تعالیٰ کا نام ہے) اے مسیحیت! شرم سے تیرا چہرہ سفید ہو جانا چاہیئے۔ تو نے بائیبل ہاتھ میں لیکر براعظم افریقہ کے لوگوں کی آزادی کو پامال کیا۔ اُس کے بچوں کو چُرایا۔ ان کو غلام بنایا۔ پھر بیچا اور خریدا۔ اسپر بھی قناعت نہ کی۔ تُو نے سترھویں صدی کے بھی ایک جہاز کا نام (جو غلاموں کی تجارت کے لیئے مقرر تھا) یسوع رکھا اور اُنیسویں صدی کے ایک ایسے ہی جہاز کا نام تُو نے یہوواہ رکھا اور اس طرح اس چیز کی جسکی تُو منافقانہ طور پر مذمت کرتی ہے تقدیس کی۔ ۱۷۱۳ء میں انگلستان نے فرانس کو غلاموں کے امریکہ لیجانے کی ٹھیکہ داری سے محروم کیا۔ اور ملکہ این نے اپنی ایک تقریر میں فخر سے پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ کہ وہ انگریز قوم کے لیئے غلاموں کی ایک نئی منڈی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ پھر کئی مرتبہ سکاٹ لینڈ کے فرقہ Covenanter (کاوے ننٹر) اور انگلستان کے فرقہ Dissenter (ڈسنٹر) کے عیسائی غلامی میں بیچے گئے اور لادُو جانوروں کی طرح مشقت کرنیکے لیئے امریکہ دھکیلے گئے۔ جہاں امریکن خریداروں کا پُر غضب کوڑا اُن کی خاطر و مدارات کے لیئے ایستادہ رہتا تھا۔ ہاں۔ اگرچہ انگریز اب ان لفگار واقعات سے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ مگر وہ خود انگریزوں کو غلاموں کی طرح بیچتے تھے۔ اور مسیحی لوگ مسیحیوں کو۔ اور ایسا انیسویں صدی تک ہوتا رہا۔ اے مسیحی انگلستان! کیا تُو ان واقعات سے جن کا مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے انکار کر سکتا ہے؟ مَیں صرف ایک اور واقعہ بیان کرونگا ——— دو سو سال گذرتے ہیں۔ چارلس کے عہد حکومت میں شاہی فوج نے بوتھ ویل (Bothwell) کی لڑائی پر کاوے ننٹر (Covenanter) لوگوں کو شکست دی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ انکا قتل عام کیا۔ سینکڑوں نے زبور گاتے ہوئے جان دیدی۔ لیکن بہت سے اسیر ہوئے۔ اور مقام (Edinburgh) ایڈنبرا پر گرے فرائیرس چرچ میں بطور قیدیوں کے دھکیل دیئے گئے۔ یہاں فرار ہونے کی ذرا سی کوشش پر بھی گولیوں کی بارش برسائی جاتی تھی۔ یہاں انہیں قریبًا پانچ ماہ تک (سکاٹ لینڈ جیسے سرد ملک کی) کھلی ہوا میں رکھا گیا۔ بعض دیوانے ہو گئے۔ بعض گولی کے بھینٹ چڑھے۔ لیکن اگرچہ موت نے بذریعہ زخم یا بیماری اکثر

کو رہائی دی - تاہم ۲۵۷ نفوس میں جان رہی بس قالب ہی قالب - خوب ہی یاد رکھنے کی بات ہے - کہ یہ لوگ ایک بزرگ ولیم پٹرسن نامی لیتھ کے ایک تاجر کے پاس بیچدیئے گئے - اس شخص کے پاس Crown کرؤن نامی ایک جہاز تھا - جس میں اپنے ہم وطنوں کو اس نے سوار کرکے امریکہ پہنچانا چاہا تاکہ انکو وہاں جاکر غلاموں کی طرح فروخت کرے - اس جہاز میں بمشکل ایک سو سواری کی گنجایش تھی - لیکن اس میں دو سو ستاون بیکس جو یسوع مسیح کے لئے اور اپنے مذہب کیلئے لڑتے ہوئے پکڑے گئے تھے - گھسیٹ دیئے گئے - موسم ایسا خراب - کہ لیتھ کے مقام سے چلکر ۱۵ دن کے عرصہ میں بمشکل جزائر آرکنی تک پہنچے - اب انکی تکالیف قابل غور ہیں - روشنی - آرام اور تمام ضروریات زندگی کا میسر ہونا ناممکن تھا - بہت کم خوراک پاتے تھے - البتہ کوڑا کرکٹ - سخت تیز سردی اور برف کی کثرت تھی - آخر ایک رات اہالیان جزائر آرکنی نے دیکھا - کہ وہ جہاز ساحل کی ایک ترچھی سی چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا - غریب غلام اُسی جگہ زبور کے گیت گاتے ہوئے موت کا لقمہ ہوگئے اے عیسائیت! کیا تو اپنی ایک آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھ سکتی - میں اب کوارٹرلی ریویو ۱۸۵۵ء کے ایک دو اشتہارات کو نقل کیئے دیتا ہوں - " ایک حبشی لڑکا برائے فروخت - عمر ۱۱ سال - از انگوا ئرور ہمینیا کافی ہوس - تھریڈ نیڈل اسٹریٹ لنڈن "

" ایک سیاہ حبشی لڑکا - انڈین - عمر قریباً ۱۳ سال - ۸ ماہ حال کو ٹہنی سے فرار ہوا - اُسکے گلے میں ایک آہنی پٹہ ہے - جسپر یہ عبارت کندہ ہے - لنکلن ان فیلڈز کی لیڈی بروم فیلڈ کا حبشی غلام - جو شخص اُسے سرایڈورڈ کے پاس پکڑ لادے - ایک پونڈ انعام ملیگا "

اب ناظرین کرام میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں - لیکن میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں - .... کہ آیا غلاموں کی آزادی مسیحیت کی بدولت ہے؟ مشنری لوگ جو ٹیڑھا جواب دیں - دیں - میں چاہتا ہوں - کہ تمام مسلمان ایک پُر زور آواز میں نفی کا لفظ مُنہ سے نکالیں - مسیحیت ہمیشہ سے غلامی کی ثناخوانی

کرتی رہی ہے۔ اور غلاموں کی آزادی اُن لوگوں کی طفیل ہے جو اپنے مذہب میں انسے بہتر تھے۔ روح فرسا جور و ستم کا حال لکھکر جو امریکہ میں غلاموں پر کیئے گئے۔ میں صفحوں کے صفحے پُر کر سکتا ہوں۔ یہ جور و ستم غیر مسیحیوں کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ اُنکے ہاتھ سے جنہوں نے یسوع مسیح کو پالیا اُن لوگوں کے ہاتھ سے جو پروٹسٹنٹ تھے۔ ویزلین تھے۔ اپس کوپالین تھے۔ لیکن میں صرف انگلستان کی ہی تاریخ تک محدود رہا ہوں۔ مسیحیت کا بنی نوع انسان اور ابنائے وطن سے جو طرز عمل رہا ہے۔ وہ اعلیٰ ہونے سے کہیں نیچے اور بہت دُور رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے اخلاق سے ہرگز ہرگز لگا نہیں کھا سکتا۔ اور اگر کہیں اسلامی واعظ سرزمین انگلستان میں بھی مذہب اسلام کی اشاعت کے لیئے آتے۔ اور اسلامی اخوت۔ محبت اور رحم کے اصول سکھاتے۔ تو انگلستان مسیحی بزرگوں کے ناقابل ذکر جور و ستم اور کُشت و خون سے محفوظ رہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بہت جلد لنڈن کی مسجد اپنے میناروں کو آسمان تک بلند کرے گی۔ اور مؤذن کی دلربا آواز گونجے گی۔ اور جہالت کے گھٹا ٹوپ بادلوں کو پھاڑ کر اُس کی جگہ توحید کی روشنی چمکائیگی؛

ریویو

سیر دیہات۔ یہ ایک دلچسپ ناول ہے جو سردار محمد اسلم خاں صاحب بلوچ ایڈیٹر المعین امرتسر نے حال میں تصنیف کیا ہے جس میں انہوں نے زمینداروں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور اُن کی گری ہوئی حالت کے اسباب بیان کیئے ہیں۔ مثلاً مُشرکانہ رسومات۔ سودخوار بنیوں کے ہتھکنڈے۔ سرکاری اہلکاروں کے مظالم۔ وغیرہ۔ مصنف کی غرض جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں اپنے زمیندار بھائیوں کی اصلاح ہے اس لیئے زمینداروں کے لیئے اس کتاب کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ اگر لائق مصنف اس رسالہ میں مسلمان زمینداروں کو خدائے تعالیٰ کے اُس حکم کی طرف پورے زور سے توجہ دلاتے جو لڑکیوں کے ورثہ کے متعلق ہے اور جسکو آجکل مسلمانوں نے اور خصوصاً زمینداروں نے بالکل ترک کردیا ہے تو وہ بہت بڑے ثواب کے مستحق ہوتے۔ ایک امر میں قابل مصنف سے ہمارا اختلاف ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ دیہاتی آبادی جہالت میں گرفتار ہے مگر جو نقشہ اس ناول میں زناکاری کا کھینچا گیا ہے وہ درست نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ بعض خاص اضلاع میں ایسی حالت ہو؛

ہندو مذہب کی تعریف

ہر ایک مذہب کے بعض محکم اصول ہوتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ مقررہ اعمال۔ جو اُس مذہب کا ما بہ الامتیاز ٹھہرتے ہیں۔ اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ایک مذہب ہے۔ جسے ہندو مذہب کہا جاتا ہے۔ اس مذہب کے کسی اعتقاد یا طرز عمل کا نام لینا جسے پیروان ہندو مذہب سب کے سب متفق طور پر مانتے ہوں۔ ایک غیر ممکن امر ہے اس بات کی شہادت کے لیئے چند ایک سرکردہ ہندوؤں کے خطوط سے بہتر مثال شائد ہی کوئی ہو سکے۔ یہ خطوط انہوں نے اخبار لیڈر کے ایڈیٹر کو اُسکے اس سوال کے جواب میں لکھے ہیں۔ "ہندو مذہب کے ایک پیرو کے لیئے کون کون سے اعتقادات اور اعمال ضروری و لابد ہیں اُن غیر ضروری عقائد اور اعمال کو چھوڑ کر جن کا ماننا نہ ماننا یا انپر عمل پیرا ہونا انسان کی مرضی پر منحصر ہے" چار پختہ مغز ہندو اصحاب نے اس سوال کے جوابات لکھے ہیں لیکن ناظرین یہ دیکھکر حیران ہونگے۔ کہ اُن صاحبان میں سے کسی دو کے بیان کردہ اعتقادات بھی آپسمیں صحیح طور سے نہیں ملتے۔ اس مضمون پر رائے زنی کرنے والے اصحاب یہ ہیں (۱) سرگرو داس بنیر جی کے۔ ٹی۔ (۲) مسٹر سداسی ویئر۔ ڈسٹرکٹ وسشن جج گنجام۔ (۳) ستیندرا ناتھ ٹاگور۔ آئی۔ سی۔ ایس (ریٹائرڈ) اور (۴) مسٹر پی۔ ٹی۔ سری نواس آئنگر پرنسپل مسنر لے۔ وی۔ این وزیگا پٹم۔ ان اصحاب کی قابلیت انکے اسمائے گرامی سے ظاہر ہے۔ یہ دیکھنا ایک دلچسپ امر ہے کہ ہر ایک نے ہندو مذہب کے ضروری و لابد اعتقادات و اعمال کی نسبت کیا کچھ رقم فرمایا ہے۔ سرگرو داس بنیر جی رقمطراز ہیں کہ اس سوال کے جواب میں اختصار و ایجاز سے کام لینا آسان نہیں ہے۔ لیکن تاہم آپ تین اعتقادات اور تین ہی اعمال درج فرماتے ہیں۔ جنہیں آپ ہندو مذہب کے ضروری خصوصیات قرار دیتے ہیں۔ تین اعتقادات جنکا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ یہ ہیں:- (۱) ہستی باری کا اقرار۔

(۲) آیندہ زندگی کا اقرار۔ (۳) ویدوں کا اقرار۔ اور تین اعمال جو آپ کی رائے میں لابد ہیں: یہ ہیں:۔ (۱) غیر ذات سے شادی کی ممانعت پر عملدر آمد۔ (۲) نیچ ذات سے ملکر کھانا کھانے کی ممانعت پر عملدر آمد۔ (۳) ممنوعہ غذا کے استعمال سے اجتناب خصوصاً (گائے کا گوشت) لیکن اختتام خط سے پیشتر آپ اپنے ہاتھ سے ان تمام پر پانی بھی پھیر جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔" عملاً اب ہندو قوم دائرہ مذہب میں ہر کس کو بشرطیکہ وہ پیدائشی ہندو ہو۔ داخل سمجھتی ہے۔ اُس کا طرز عمل یا اعتقادات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہاں علی الاعلان اُس نے ہندو مذہب سے قطع تعلق بھی نہ کر لیا ہو۔ یا ہندو قوم سے باہر کہیں شادی نہ کر لی ہو" اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک ہندو کے لیئے کوئی ایسا اصل یا اعتقاد نہیں ہے۔ جسے ضروری اور لابد کہا جاسکے۔ اعتقاد بے شک ایک ہندو کچھ رکھے۔ اور جو چاہے کام کرے۔ ہندو کا ہندو رہ سکتا ہے۔ جو کچھ اُس کے لیئے ضروری ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندو مذہب سے علی الاعلان انکار نہ کرے یا کسی غیر ہندو قوم میں شادی نہ کرے۔

اسکے بعد مسٹر سداسی ویئر ڈسٹرکٹ وسشن جج گنجام آتے ہیں۔ آپکے خیال میں ایک ہندو کے لیئے ضروری اور لابد چیز یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے۔ کہ سنسکرت کے ہر چہار ویدوں میں روحانی و اخلاقی صداقتیں موجود ہیں۔ جو کسی دوسرے لکھے ہوئے یا بولے ہوئے الفاظ سے کم نہیں ہیں۔ آپ "کم نہیں ہیں" کے الفاظ اس لیئے تحریر فرماتے ہیں کیونکہ اُن کے خیال میں ایک ہندو ویدوں کے مقابل میں کسی دوسری کتاب پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ لیکن "(اگر وہ ہندو ہے) اُسے اس کتاب کو بلحاظ اخلاقی و روحانی طاقتوں کے ویدوں کے اپنیشد اور اخلاقی حصوں سے اعلیٰ نہیں سمجھنا چاہیئے" اس بیان کے لحاظ سے ایک ہندو بائیبل یا اوستا کو وید کے برابر تسلیم کر سکتا ہے۔ صرف اتنا ضروری ہے کہ ان کتابوں کو ویدوں سے اعلیٰ نہ سمجھے۔ پھر آپنے "لکھے ہوئے یا بولے ہوئے الفاظ"

کی شرط لگائی ہے یعنی صرف لکھے ہوئے اور بولے ہوئے الفاظ کو ویدوں سے بہتر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ "سمادھی علم جب تک کہ وہ آواز یا حروف کی شکل اختیار نہ کرلے۔ ویدوں سے کہیں اعلیٰ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جونہی کہ یہ الفاظ یا حروف کی شکل اختیار کرے۔ ایک ہندو کے نزدیک ان کا پایہ ویدوں سے کم ہو جانا چاہیئے" مسٹر سداسی وئر نے انٹوشنل علم پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ کہ وہ کس طرح بولنے یا لکھنے سے ویدوں کی سطح پر آسکتے ہیں۔ لیکن یہ اس لیئے ہے۔ کہ اگر آپ کسی اور طرح کا خیال ٹھان لیں۔ ان کے ہندو رہنے کا خاتمہ ہو جاوے۔ ہندو کہلانے کے لیئے ایک چیز جو ویدوں سے حقیقۃً کہیں بڑھکر ہے۔ ان کے صرف ہمپایہ ہی سمجھنی چاہیئے۔ ضروری اعمال کے متعلق مسٹر سداسی وئر کچھ زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کرتے۔ آپنے ذکر نہیں کیا۔ کہ کونسے اعمال تمام ہندوؤں کے نزدیک ضروری ہیں۔ شاید آپ کو کوئی عمل جس پر ہندو متفق طور پر عمل پیرا ہوں۔ معلوم نہیں ہوسکا۔ لہٰذا آپنے اس عام قاعدہ بیان کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے کہ "ایک ہندو کو اس بات پر عمل پیرا ہونا چاہیئے جسے وہ سمجھتا ہے کہ ویدوں کے مخالف نہیں بلکہ مطابق ہے۔ اور عام معاملات میں اُسکا اپنا ضمیر ہی رہنما ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کام ویدوں کے خلاف نہ ہو۔ چونکہ فطرت انسانی گناہ کا احتمال رکھتی ہے۔ اگر کوئی کبھی ویدوں کے خلاف کرے۔ لیکن وہ سمجھتا ہو کہ اسے وہ کام کرنے چاہیئیں جن کی ویدوں نے تاکید کی اور جو کہ ویدوں کے خلاف نہیں۔ تو وہ بھی ہندو ہی ہے۔ خواہ ایسا شخص ویدوں کا خود مطالعہ نہ بھی کرسکتا ہو۔ اگر (ویدوں کے سننے یا پڑھنے یا ویدانوں کے وعظ و نصیحت سے کسی امر کے تسلیم کرنے سے) اسکا یہ اعتقاد ہے۔ کہ فلاں فلاں اعمال وید منع کرتے ہیں اور فلاں فلاں کی تاکید کرتے ہیں اور وہی اُسکو عزیز ہیں۔ اور اُنہیں کو وہ اپنا اصلی مقصد سمجھتا ہے۔ تو وہ ضرور ایک ہندو ہے"۔

ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ جواب درست نہیں ہے۔ کیونکہ سوال تو یہ تھا کہ وہ کون کون سے اعمال ہیں جن کا کرنا ہر ایک ہندو پر فرض ہے۔ اس سوال کا تو مطلق

جواب نہیں دیا۔ کیونکہ کسی ایک عمل کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ جسپر تمام ہندو عمل پیرا ہونا اپنا فرض سمجھتے ہوں۔ آپ کا جواب تب موزون اور درست ہوتا۔ اگر آپ بجائے یہ کہنے کے کہ ایک ہندو کو اُن باتوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو ویدوں میں لکھی گئی ہیں۔ کسی دیگر عمل کا نام بھی لے دیتے۔ تاکہ ہم بھی دیکھ سکتے کہ آیا وہ تمام افراد جنکو ہندو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسپر عمل بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو آیا اُنپر عمل پیرا ہونا درست بھی سمجھتے ہیں؟

مسٹر ستندرا ناٹاگور آئی۔ سی۔ ایس (رٹائرڈ) اس بات سے بالکل انکاری ہیں کہ ہندو مذہب میں کوئی ضروری اعتقاد بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسٹر گروداس بنرجی نے تین ضروری اعتقاد قرار دیئے ہیں۔ یعنی ہستی باری کا تسلیم کرنا۔ آیندہ زندگی کا ماننا۔ اور ویدوں کو ماننا۔ اسطرح مسٹر ٹاگور کے مطابق تو ایک شخص خواہ پکّہ دہریہ بھی کیوں نہ ہو۔ اور روح کے فانی ہونیکا اعتقاد رکھے۔ وہ ایسا ہی پکّا ہندو ہے جیسا کہ ایک پارسا برہمن۔ آپ لکھتے ہیں کہ "ہندو مذہب کی کوئی ایسی بات بطور اعتقاد ضروری نہیں کہ جس کے ماننے سے ہی انسان ہندو بن سکے۔ تم کسی اصول کو جسے تم پسند کرو مان سکتے ہو۔ دہریت تک کو بھی۔ اور ہندو بھی رہ سکتے ہو" لیکن اب سوال ہے۔ کہ ویدوں کے احکام کو کدھر کیا جاوے؟ ایک شخص اگر اسقدر آزاد ہے۔ کہ وہ جو چاہے اعتقاد رکھے۔ یہانتک کہ وہ ہستی باری سے بھی منکر ہو۔ تو اُسے ویدوں کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ تاہم مسٹر ٹاگور کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کے الہامی ہونیکا اعتقاد کم سے کم ضروری ہے۔ خواہ برائے نام ہی ہو۔ کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ "تم کو بوجہ ایک ہندو ہونے کے زبانی طور پر ویدوں کے الہامی ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے" افسوس ہے اسجگہ پر مسٹر ٹاگور سے سہواً شاید تضاد واقع ہو گیا ہے۔ جو شخص خدا کی ہستی کا منکر ہوگا وہ ویدوں کو الہامی کتاب کیوں مانیگا۔ کیونکہ الہام کے ماننے سے لازم ہے کہ خدا کی ہستی بھی مانی جاوے۔ اب اگر کوئی شخص ویدوں کو الہامی کتاب مانے۔ تو اُسکے مندرجہ احکام کو بھی ماننا چاہیئے۔ مسٹر ٹاگور خود اس مشکل کو محسوس کرتے ہیں اسکی آپنے حل کرنے کی بھی کوشش کی ہے "تمھیں اختیار ہے کہ ویدوں کی تفسیر اور تشریح جس طرح چاہو کرو" آپ لکھتے ہیں۔

کہ یہ تمھارے لیئے مذہب کی غلامی سے آزادی کا ذریعہ ہے۔ میں نہایت ادب سے مسٹر ٹاگور سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ جس کتاب کی پیروی کا ارادہ ہی نہیں۔ اسکے ماننے ہی کی کیا ضرورت ہے؟ بجائے اپنے اعتقاد کو کتاب کے مطابق بنانیکے اگر کتاب کے معانی کو ہی اپنے مطلب کے مطابق اُلٹنا ہے۔ تو بہتر ہے۔ اُس کتاب کو ہی خیر باد کہدیا جاوے۔ کیونکہ ہمیں کتاب کی پیروی کرنی چاہیئے نہ کتاب کو ہماری۔ اگر ایک شخص وید کو الہامی کتاب مانتا ہے۔ تو اُسے اپنے خیالات کو وید کی تعلیم کے ماتحت کرنا چاہیئے۔ الہامی کتاب کو اپنے خیالات کے مطابق بنانا سخت بے ادبی ہے۔ میں اس بات کو سمجھ نہیں سکتا۔ کہ مسٹر ٹاگور نے مذہبی کتب کے ساتھ کیوں اسقدر آزادی کو جائز رکھا ہے۔ اگر وید سلیس زبان میں صحیح تعلیم بیان کرتا ہے۔ وید کا پیرو دہریہ نہیں ہو سکتا۔ اگر وید کو ماننے والا ہستی باری سے منکر ہے۔ تو اس سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ یا تو وید واضح طور پر ہستی باری کی بابت کوئی تعلیم اپنے اندر نہیں رکھتے یا انکو ماننے والا انکی اس تعلیم کی صحت سے انکاری ہے۔ مسٹر ٹاگور کے الفاظ سے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ وید ہی میں کوئی تعلیم اس مضمون کی نہیں پائی جاتی۔ آپ کا خیال ہے۔ کہ وید کا اپنے مطلب کا ترجمہ کرنے سے خدا کا انکار ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس بارہ میں وید کی تعلیم واضح نہیں ہے۔ یا کم سے کم ایسی واضح نہیں۔ جیسی کہ قرآن کریم کی ہے۔ موخر الذکر کی تعلیم اس قدر مفصل ہے کہ کوئی بھی اُس کا ایسا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے انکار کا موقعہ مل سکے۔ لیکن وید کے متعلق مسٹر ٹاگور خیال کرتے ہیں کہ ایک ہندو وید مقدس کا معتقد بھی رہے اور خدا کا انکار بھی کردے۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے خیال میں ایک شخص یہاں تک کر سکتا ہے۔ کہ وید کی عبارتوں کو اپنے دلی ارادوں کے مطابق بنائے۔ مزید براں مسٹر ٹاگور کا خیال ہے کہ ایک ہندو کے لیئے کوئی ضروری نہیں۔ کہ تمام کے تمام وید کو مانے۔ آپ لکھتے ہیں "تم اس کتاب کے ہر ایک پہلو کو ماننے کے لیئے مجبور نہیں ہو۔۔۔۔۔۔۔ چال چلن کی بابت بعض قانون بتاتی ہے۔ مثلاً نیوگ یعنی خاوند کا بھائی اولاد کے لیئے اُس کی جا بجا بیوی کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔ جو اس کل جگ کے زمانہ میں سخت نفرت کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ نہ ہی "ہوم" کی رسم ہی اس حد تک ادا کیجا سکتی ہے۔ جس تک ویدوں کا تاکیدی حکم ہے۔

ہاں ایک محدود سی رسم ادا بھی ہونی چاہیئے۔ برہمن کو گیتری منتر پڑھکر سندھیا (نماز) ادا کرنی چاہیئے لیکن میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اس مسئلہ پر عملدرامد کی بجائے اسکا چھوڑ دینا فائق اور باعزت ہے"

یہ ظاہر کرکے کہ ہندو مذہب کوئی اعتقادی مذہب نہیں آپ ہندو مذہب کے ضروری اعمال پر بحث کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ "بعض اعمال (رسم ورواج) کو ہندو مذہب ضروری جانتا ہے۔ بے شک ان میں سے بڑی رسم ورنا سرم ہے یعنی ذات کا خیال جس طرح کہ آجکل موجود ہے۔ اس میں سے ذرا سی فروگذاشت ایک شخص کو قوم سے قطع کر دیتی ہے" آگے چلکر آپ لکھتے ہیں۔ "اس بات کی آزمائش کیلئے کسوٹی وہ ہے جو ایک ہندو کو باقی قوم سے بے تعلق کر دیتی ہے۔ وہ یقیناً کوئی اعتقادی چیز نہیں ہے۔ بلکہ کسی مسلمہ رواج ورسوم سے منحرف ہونا ہے۔ مثلاً ایک بیوہ عورت کا دوبارہ شادی کرنا وغیرہ" پوجا یعنی مورتی پوجا کے عام طریق کا ترک کرنے سے۔ خصوصاً شادی وغم کے موقعہ پر۔ بُرے نتائج پیدا ہونگے۔ ایسے ہی ذات کا خیال نہ رکھنا اور بین القومی شادی کر دینی۔ سمندر کا سفر۔ برہمن کا جنیو نہ پہننا اور ایسے ہی دیگر رسوم وغیرہ"۔ "یہ سچ ہے کہ بعض اعتقادی امور ہندوؤں کے اکثر حصہ میں جڑھ پکڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ کوئی عالمگیر یا ضروری نہیں کہلا سکتے۔ تم ایک اعتقاد کو چھوڑ سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم اُس رسم پر عمل پیرا رہو۔ جو کہ ایسے اعتقاد سے پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً تم سرادھ کی رسم کو بُرا نہیں کہہ سکتے اگرچہ تمھارا روح کے غیر فانی ہونے پر اعتقاد بھی نہیں۔"

پس مسٹر ٹاگور کے بیان کے مطابق ہندو مذہب کے لیئے کوئی ضروری اعتقاد ہی نہیں۔ اگرچہ بعض رسوم بیشک موجود ہیں۔ جسکو ایک ہندو ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بہت سے ہندوؤں نے ایسے رسم رواج کو صرف چھوڑا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر انکی مذمت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً مورتی پوجا جسے آپ لکھتے ہیں۔ کہ ہندو مذہب کا یہ ایک ضروری عمل ہے اس زمانہ کے ہندوؤں نے خصوصاً برھمو سماج اور آریہ سماج نے اسے ترک کر دیا ہے۔ سکھ لوگ جنہیں قانون نے بھی ہندو ہی قرار دیا ہے۔ اور جنہیں پیروان مذہب ہندو بھی اکثر ایسا ہی کہتے ہیں۔ مورتی پوجا نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ ویدوں کو زبان تک سے بھی الہامی کتاب نہیں ملنتے۔ نہ ہی وہ ذات کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر ٹاگور بیوہ کی دوبارہ شادی کو قوم سے قطع کرنیوالی چیز بیان کرتے ہیں۔ لیکن ہزاروں ہندو موجود ہیں۔ جو دوبارہ شادی کی

طرف لیتے ہیں۔ آریہ سماجی خوب زور شور سے اسکی خوبیاں بھی بیان کرتے ہیں۔ آریہ سماج نے سفر سمندر اور سرادھ کی امتناہی کا بھی اچھی طرح قلع قمع کیا ہے۔ لیکن سماج کے افراد ضرور ہندو ہیں۔ اور عملاً تو بہت سے دوسرے ہندوؤں نے بھی ایسی امتناہی سے دستبرداری کر لی ہے۔ وہ چیز جسے مسٹر ٹاگور ضروری قرار دیتے ہیں یہ ہے۔ کہ بعض رسوم کی پابندی ہو۔ لیکن قسمت سے وہ رسوم جو آپ نے درج کی ہیں۔ ہر جگہ کے ہندو انکی پابندی نہیں کرتے۔ پس مسٹر ٹاگور کے خط کے ملاحظہ کے بعد جو نتیجہ ہم نکال سکتے ہیں یہ ہے۔ کہ کوئی نہ عمل ہے اور نہ ہی کوئی اعتقاد۔ جسے ہندو مذہب کے لئے ضروری اور لابد کہا جا سکے ؛

چوتھے شخص جو مجوزہ سوال کا جواب لکھتے ہیں۔ ہندو مذہب کے ہی منکر ہیں۔ اور اسطرح پر اپنے خط کی ابتدا کرتے ہیں۔ "آپ کا سوال وکر نسے ضروری اعتقادات یا اعمال ہیں جو پیروان ہندو مذہب کے لئے ضروری ہیں' اُس اصطلاح کی عمدہ مثال ہے۔ جسے منطقی لوگ سفسطہ یا مغالطوں کا مجموعہ کہتے ہیں۔ آپ سمجھے بیٹھے ہیں کہ (۱) گویا لفظ ہندو کسی مذہب کا نام ہے۔ اور کہ (۲) بعض اعتقادات اور اعمال جس (آخری لفظ سے) آپ کا مطلب کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا ہے ہندو کہلانے والی قوم کے مذہب کی ضروری خصوصیات ہونی چاہیئیں"۔ آپ کی رائے ہے کہ ہندو مذہب کے مذہب ہونے کے غلط خیال کا باعث مسلمان اور عیسائی لوگ ہوئے ہیں لکھتے ہیں "یہ مسلمان اور عیسائی جن کے مذہب میں صحیح اور واضح اعمال یا اعتقادات موجود ہیں۔ جن سے یہ اپنے مذہب کی تعریف کر سکتے ہیں۔ انکو خیال ہؤا۔ کہ ہندو بھی بعض اعتقادات یا اعمال رکھتے ہیں جن سے ہندو مذہب مرتب ہوتا ہے" مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ کیوں ہندو بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کی اس غلطی میں شامل ہو گئے ہم برہمو سماج اور سکھوں جیسے ہندو مذہب کے فرقوں کی وجہ تسمیہ کی بحث سنتے ہیں اگر ہندو مذہب فی الواقع کسی مذہب کا نام نہیں۔ تو ان ہندو فرقوں میں ایسے مباحثات کا ہونا ایک بے سروپا بات ٹھہرے گی۔ اخبار لیڈر کے ایڈیٹر صاحب کا سوال ہی اس بات کی کافی شہادت ہے۔ کہ باشندگان ہند ہندو مذہب سے عام طور پر کسی مذہب کا نام سمجھتے ہیں۔ لفظ "ہندو مذہب" کی کیفیت کے متعلق جو خیال مسٹر آئنگر نے جمایا ہؤا ہے

اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہندو ازم نامی مذہب کا نہ کوئی عمل ہے۔ نہ اعتقاد۔ ذات کا سوال ہندو مذہب کا مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مسٹر آئنگر لکھتے ہیں۔ "ذات کا انتظام اور اسکی بعد کی ترقی اُس اعلیٰ پیمانہ تک نہ پہنچ سکی کہ مذہب کی تعریف کرتے وقت اُسے ذکر کیا جاوے۔ کیونکہ برہمنوں کے واعظانہ طرز عمل سے جو ذات کے سوال کا بڑا حصہ ہے۔ لاکھوں آدمی بے خبر ہیں اور لاکھوں ہی اُسکو بُرا سمجھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جنوبی ہند کے لوگ جو خود بھی برہمن ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور بہت سے دوسرے شودر ذات کے لوگ۔ لیکن یہ تمام یقیناً ہندو تسلیم کیئے جاتے ہیں" پھر کہتے ہیں "ایک اعتقاد یا عمل جسے ایک علاقہ کے ہندو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسرے علاقہ کے ہندو اُس سے بالکل بے خبر ہیں۔ مگر یہ سچ ہے۔ کہ ہندو فلسفہ کے مختلف مدرسے بعض اصولوں کو مسلم اصول تصور کرنے پر متفق ہیں۔ لیکن فلسفہ مذہب نہیں کہا جا سکتا...... ہندو مذہب کسی ایک فرد کی تعلیم سے پیدا نہیں ہوا۔ اور عیسائیت کی طرح اسمیں سینکڑوں قسم کے نشیب و فراز نہیں ہیں" مسٹر آئنگر ہندو قانون کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مسلمانوں میں مذہب قانون اور تمدن ملے ہوئے ہیں۔ جو اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ اسلامی قانون کو اختیار کر لیتا ہے۔ 'ہندو قانون' کے جملہ سے لوگوں کو خیال اُٹھتا ہے۔ کہ یہ بھی کوئی اسلامی قانون کا مترادف و متقابل جملہ ہے۔ لیکن جب یہ جملہ بنایا گیا اُسوقت کوئی ہندو قانون موجود نہ تھا...... جسطرح بچہ کہتا ہے کہ خدائے عزوجل نے مجھے بنایا۔ اور پھر میں نشو و نما پا گیا۔ اسی طرح ایک رشی نے اپنے پیروؤں کے لیئے قانون بنایا جس نے نشو و نما پا کر 'ہندو قانون' کا جامہ پہن لیا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ اس قانون سے تمام ہندوؤں کی حد بندی ہو گئی۔ فی زمانہ لاکھوں شودر اور پاریاہ وغیرہ لوگ موجود ہیں جو کبھی کچہری کا مُنہ تک نہیں دیکھتے اور اپنی ذات کے ہی قانون پر عملدرآمد رکھتے ہیں۔ مسلمان اسلیئے ایک واحد جماعت ہیں کہ انکا مذہب اور قانون ایک ہی چیز ہے اور عیسائی اس لیئے کہ اُن سب کا کم سے کم ایک بات پر مشترکہ اعتقاد ہے۔ آخر ش مسٹر آئنگر ایک ہندو کی تعریف کرتے بھی ہیں۔ لکھتے ہیں "کہ وہ زمین ہند میں پیدا ہوا ہو۔ اس کے والدین غیر ممالک کے نہ ہوں۔ یا مسلمانوں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے غیر مذاہب سے نہ ہوں۔

اُس نے خود بھی ان مذاہب کو اختیار نہ کر لیا ہو"۔

اِن متضاد خیالات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ ہندو مذہب مختلف فرقوں اور قوموں کا ایک مجموعہ ہے۔ جنمیں سے ہر ایک نہ صرف معمولی باتوں پر دوسروں سے مخالفت رکھتا ہے۔ بلکہ اصول میں بھی سخت مخالف ہیں۔ اور اس اختلاف کی یہ حد ہے کہ ایک دہریہ جو خدا کی ہستی اور ارواح کے غیر فانی ہونے سے بھی منکر ہے۔ ہندو کا ہندو ہے۔ بشرطیکہ وہ ہندو ازم سے علی الاعلان منکر نہ ہو گیا ہو۔ ہندو ازم میں کثیر التعداد فرقے ہیں۔ لیکن انمیں سے کسی ایک کا بھی کوئی اعتقاد مشترک نہیں۔ یہ بات بہت عجیب ہے۔ کہ اختلاف (دونوں نئے اور پُرانے) ہندو ازم میں موجود ہیں۔ اور ویدوں کے زمانہ میں بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

اینسائکلو پیڈیا برٹیانیکا کی جلد ۱۳ صفحہ ۵۰۱ (گیارھویں ایڈیشن) میں تریموتی کی بابت درج ہے "اس اصول کی بابت کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ کہ اسکی بنا مذہب کی پاسخ ڈالی۔ اور اس سے مدِ نظر یہ امر تھا۔ کہ لوگ اسے بہت جلد قبول کر لینگے۔ کیونکہ اس میں وشنو اور شیوا جیسے پُرانے اور محبوب دیوتاؤں کو شامل کیا گیا ہے جس سے یہ بات عیاں ہے۔ کہ یہ دونوں دیوتا پُرانے زمانہ میں بھی عام طور پر اس زور سے پُوجے جاتے تھے۔ کہ بیچارے صلح کُل واعظ مشترکہ طرز پرستش کے خلاف کچھ نہ بول سکے۔ جب ہم ان دونوں دیوتاؤں کی خوبیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک بہت سے پُرانے دیوتاؤں کا جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں بھی لوگوں کے خیالات کچھ ایسے ہی بٹے ہوئے تھے۔ اور دیوتا کے تیسرے اوتار کا مسئلہ برہمن خیالات اور لوگوں کی طرز پرستش کے اکٹھا کرنے ہی سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگ تین کے عدد کو پوتر سمجھتے تھے۔ انکا یہ بھی اعتقاد تھا۔ کہ برہما پیدا کرنے والا (برہمنوں کا بلحاظ ذات موجب فخر) پرستش میں برائے نام بڑا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن شوا بخلاف اسکے صرف مارنے والے کے علاوہ کائنات کو پیدا کرنیوالا اور مارنیوالا تسلیم کیا جاتا ہے۔ برھما اصل میں اپنا اصلی کام کر کے یعنی مخلوق کو پیدا کر کے اب خاموش بیٹھ گیا ہے۔ اور اُسے اب فنکٹس افشو خیال کرنا چاہیئے۔ جیسے کہ پہلے زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جنہیں ایک شاعر نے اپنے قصیدوں میں تپا مہا کے لفظ سے یاد کیا ہے.......... اس قوم نے

بعض اوقات ملکی حالت سے فائدہ اُٹھا کر دوسری اقوام پر قسم قسم کی فوقیت جمانے کی بھی کوشش کی ہے۔ اور یقیناً اُس کوشش میں کامیابی بھی ہوئی۔ کیونکہ ہندوستان کے طول وعرض میں ہر جگہ انکی فوقیت تسلیم کیجاتی ہے۔ مگر قسمت نے کچھ ایسا ہی فیصلہ کیا۔ کہ اپنے اس رتبہ کو قائم نہ رکھ سکے ؛

مسٹر آئنگر ہندوؤں کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "آریوں سے پہلے لوگوں کا مذہب انکے اعتقادات اور اعمال کچھ اور تھے۔ اور آریوں کے اعتقاد وغیرہ کا اضافہ بعد میں ہوا۔ ویدوں کا زمانہ۔ ویدوں سے پہلا زمانہ۔ بُدھ کا زمانہ۔ اور پورن کے زمانہ میں بہت سی عادات اور بہت سے خیالات پیدا ہوئے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کے مذہب میں ان عادات واطوار کا حصہ ضرور شامل ہے۔ لیکن ان میں سے ایک کو بھی ہندو مذہب کا کوئی ضروری حصہ قرار نہیں دیا جاسکتا" اس تشریح سے اگرچہ اسمیں سیکٹیرین ازم کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ آیا کوئی معیار بھی ہے جس سے ہم ہر ایک فرقہ کے الگ الگ مذہب کو دیکھ سکیں۔ اس صاحب نے اس زمانہ کے ہندو مذہب کے اختلاف کو درست بیان کیا ہے۔ مسٹر جی۔ ڈی بنیرجی تو لکھتے ہیں "ہندو قوم ہر ایک پیدائشی ہندو کو اگرچہ اسکے اعتقادات یا اعمال کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہندو تسلیم کرتی ہے۔ بشرطیکہ اُس نے علی الاعلان ہندو مذہب کو ترک کر دیا ہو۔ یا ہندو قوم سے کہیں باہر شادی نہ کر بیٹھا ہو" مسٹر ایس۔ این۔ ٹاگور لکھتے ہیں "ہندوازم میں کوئی خاص اصول نہیں۔ تم جو چاہو۔ اعتقاد رکھو۔ خواہ دہریت بھی مانو۔ تم ہندو کے ہندو رہ سکتے ہو" مسٹر آئنگر نے اگرچہ ہندو مذہب کے اختلافات کا بیان کیا ہے۔ لیکن انہوں نے وہ باتیں جو مسٹر ٹاگور اور بنیرجی نے بیان کی ہیں۔ نہیں درج کیں۔ سیکٹیرین ازم کی بھی آپنے کوئی تسلی بخش تشریح نہیں کی۔ کیونکہ بہت سے نئے فرقے ایسے ہیں۔ جو ویدک تعلیم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن ہندو تسلیم کیے جاتے ہیں؛

ہر شخص جو ہندو اصحاب کے ان خطوط کا ملاحظہ کریگا۔ یہ نتیجہ نکالنے سے باز نہ رہ سکیگا۔ کہ روئے زمین کے مذاہب میں سے ہندو مذہب بہت کم خوبیاں یا کشش رکھتا ہے ؛

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

صیغہ تعلیم: تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا سالانہ معائنہ مسٹر کراس ایم۔ اے انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور نے بمعیت اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس و ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گورداسپور ۲۸ اور ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء دو یوم کیا۔ عام رائے جو انسپکٹر صاحب بہادر نے دی ہے وہ یہ ہے کہ گو مدرسہ کا نتیجہ پہلے بھی اچھا رہا ہے مگر اس سال سکول بہت سے پہلوؤں کے لحاظ سے عمدہ حالت میں ہے۔ باقی امور کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں پہنچی۔ بہ تقریب جلسہ سالانہ سکول ۲۰۔ دسمبر سے ۲۔ جنوری ۱۹۱۳ء تک بند رہے گا۔

مدرسہ احمدیہ: تعداد طلباء ۸۸ ہے۔ سات نئے طالب علم آئے۔ دو اپنے خرچ پر اور باقی مساکین۔ مدرسہ ۲۰۔ دسمبر سے ۲۔ جنوری تک بند رہے گا۔

اشاعت اسلام: ریویو انگریزی اور اردو میں دو دو کی اور تفسیر میں ایک کی بیشی ہوئی۔

مقبرہ بہشتی: اس ماہ مولوی بدرالدین صاحب کی بہت سی کتب بحساب وصیت آئیں اور بیس وصیتیں اس ماہ نئی آئیں۔ اور مبلغ [illegible] حصہ جائداد قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم سابق مہتمم لنگر خانہ اور [illegible] حکیم غلام محی الدین صاحب بذریعہ حافظ تصور حسین صاحب اور [illegible] منشی فضل کریم صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب وصول ہوئے۔

تعمیر: ماہ نومبر ۱۹۱۲ء میں حسب ذیل رقوم چندہ تعمیر میں وصول ہوئی ہیں۔ ان میں انجمنوں اور جماعتوں کی سب چھوٹی بڑی رقوم لکھی ہیں اور فرداً فرداً جو رقوم آئی ہیں ان میں سے صرف وہ رقوم دکھائی گئی ہیں جو دس روپے یا اس سے زائد رقم کسی نے ارسال کی ہیں۔ کل آمد چندہ تعمیر اس ماہ ۳-۸-۱۷۷۰ ہوئی ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر کی ایک سو روپے کی رقم اس فنڈ میں قابل ذکر ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

فہرست چندہ تعمیر جو انجمنوں اور جماعتوں کی طرف سے ہے

منگیر [illegible] - قادیان [illegible] - سڑوعہ [illegible] - راہوں [illegible] - کریام [illegible] - پشاور [illegible] - میانوالی [illegible] - لائل پور [illegible] - مرنج [illegible] - مردان [illegible] - مارگویکی [illegible] - گجرات [illegible] - لاہور [illegible] - سیالکوٹ [illegible] - داتہ [illegible] - جہلم [illegible] - الٰہ آباد [illegible] - جموں [illegible] - چکسواے [illegible] - میرٹھ [illegible] - سہارنپور [illegible] - پاکپٹن [illegible] - بیراور [illegible] - انبالہ شہر [illegible] - لنگڑوعہ [illegible] - متفرق احباب سے [illegible]

متفرق احباب میں سے جنہوں نے عہ یا عہ سے زیادہ رقم ادا کی

ماسٹر خیر الدین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر امرادتی ہے - ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب مونٹ ریمونٹ ڈپو عہ بابو کریم اللہ صاحب سب اورسیر ناگپور عہ - میاں محمد الدین ٹیلر ماسٹر چھاؤنی دھرم سالہ ما/ چودھری فیض احمد و نذیر احمد صاحبان طالب پور ضلع گورداسپور عہ - میاں احمد بخش صاحب ٹوچی میرام شاہ عہ ؛

یتامیٰ :- آمد سالہ عہ خرچ ماہ عہ ہوا - دراصل باہر سے لعہ آمد ہوئی ہے اور اڑھائی سو روپیہ صیغہ مقبرہ بہشتی سے برائے امداد یتامیٰ منتقل ہوئے ہیں ایک یتیم پانچ روپے ماہوار وظیفہ والا چلا گیا اور ایک تین روپے ماہوار وظیفہ پر لیا گیا - مستری کرم الدین صاحب غیر احمدی نے اپنے لڑکے کے قرآن شریف ختم کرنے کی تقریب پر جو قاعدہ یسرنا القرآن پر کیا گیا ہے پانچ روپے اس مد میں بھیجے ؛

زکوٰۃ :- آمد لعہ اور خرچ ماعہ اور مندرجہ ذیل احباب یا انجمنوں نے دس روپے یا اس سے زائد رقوم عطا فرمائیں - جماعت سیالکوٹ عہ - جماعت جموں عہ - چودھری کریم بخش ساکن بہرام پور عہ ؛

شفاخانہ :- اس ماہ ۱۱۴۱ مریض علاج کے لئے آئے انہیں سے ۵۰۸ نئے بیمار تھے آٹھ ماشیز اپریشن ہیں ؛

دفتر محاسب :- کل آمد صیغہ جات صدر انجمن اس ماہ ۸۶۳۴-۱۰-۷ اور خرچ ۹۹۴-۱۳-۶ ہوا ؛

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

Reg. No. L 303

دردِ سر و دردِ ریاح کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے۔ یہ درد لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے لپک چمک ٹیس۔ رگوں میں لہر۔ کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہوجاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوجاتا ہے ان دنوں میں ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں اور اسی سے درد سر ہوا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اس لئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ ؍ محصولڈاک ایک سے ۔ ڈبیہ تک ۵ ؍ ۱۲ ڈبیہ تک ۶ ؍

داد کا مجرب مرہم

ایکمرتبہ کے لگانے سے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے دو تین مرتبہ کے لگانے سے ایکدم اچھا ہوجاتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴ ؍ محصولڈاک ایک ڈبیہ سے ۶ ڈبیہ تک ۵ ؍ اور ۱۲ ڈبیہ کا ۶ ؍

فصلی بخار اور طحال کی دوا

یہ دوا اُنتیس سال سے سارے ہندوستان میں استعمال کیجاتی ہے۔ اگر آپ بخار میں مبتلا ہوں اور سب قسم کے علاج کرکے تنگ آگئے ہوں تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ ضرور منگا کر استعمال کریں اسمیں چند فائدے لاجواب ہیں یہ ملیریا کیڑوں کو ماردیتی ہے اسلئے اسکی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کردیتی۔ اور تلی کو گراتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ ؍ محصولڈاک ۷ ؍ دو شیشی تک ۸ ؍ قیمت شیشی خورد ۸ ؍ محصولڈاک ۵ ؍

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے۔ اسمیں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی تیس خوراک ۱ ؍ پیکنگ و محصولڈاک چھ آنے دو شیشی تک ۸ ؍ چھوٹی شیشی سولہ خوراک قیمت ۸ ؍ پیکنگ و محصولڈاک ۵ ؍ دو شیشی تک ۶ ؍ اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے مہاراجہ لکھن سنگھ دیو بہادر فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگر ضلع سنبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہوگئی مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ پینے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔